سیرتِ اقبال کے تناظر میں زُہد و تقویٰ، تحقیقی وتاریخی تجزیہ

(Asceticism and Piety in the context of Iqbal's Personality, Research and Historical Analysis)

Dr. Muhammad Yousaf Awan [1]
Naimat Ullah Arshad [2]
Mukarma Zulfiqar [3]

Abstract:

Baby born on nature and society through training induct positivity or negativity in his personality. A nation future depends on creation the skill of positive thinking in its younger's. Allama Iqbal is an ideal personality of our society. It is necessary to examine the lines of Iqbal's training and broughtup, which made him a thinker with a balanced outlook. Of course, we would like our young generation to have the same concern as Allama Iqbal. So, in this article it tried to highlight that which features play main role in grooming Iqbal's personality and what should do us in future to get positive results in the field of character building of our younger one's.

Keyword: *Iqbal, asceticism, piety, positivity, character building*

برصغیر پاک وہند میں انگریز کی آمد نے اس خطۂ اَرضی کو جدید سائنسی ترقی سے روشناس کرایا اور یہاں کے دانشور طبقے کے اندازِ فکر کو شعوری یا غیر شعوری طور پر متاثر کیا، جس کے نتیجے میں عقلِ محض پر بھروسہ کیا جانے لگا۔ معاملہ فہمی میں روحانیت سے دوری ہونے لگی۔ عقلی تاویلیں کی جانے لگیں اور یوں اُمتِ مسلمہ فکری انتشار کا شکار ہوگئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ انتشار تیزی سے بڑھنے لگا۔ چنانچہ اُس دور میں قوم کو متوازن فکر کے حامل ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی، جو اس ابتلا کے آگے بند باندھے۔ ایسے میں حکیم الامت علامہ محمد اقبال مصلحِ قوم بن کر یہ قومی فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ عقلِ محض کی حقیقت اور اس کے نتائج سے قوم کو آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ؔ خرد واقف نہیں ہے نیک و بد سے
بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے[4]

عقل پرستی سے مسلمانوں میں فرقہ بندی اور ذات پات کی تقسیم فروغ پانے لگی۔ اسلامی تعلیمات کے برعکس یہ غیر متوازن فکر معاشرتی تباہی کا باعث بنی۔ اقبال نے مسلم قوم کی اس روش پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] . Assistant Professor, Department of Urdu, University of Sialkot, Sialkot
[2] . M.Phil Scholar, Department of Urdu, University of Sialkot
[3] . M.Phil Scholar, Department of Urdu, Govt. College for Women University, Sialkot

[4]۔ اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۴۱۳/۸۹

Iqbal, *Kulliyaat-e-Iqbal (Urdu)*, Iqbal Academy Lahore,2006AD, p.413/89

؎ فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں[1]

ہماری یہ خوش نصیبی ہے کہ ہمارے درمیان اقبال کی صورت میں متوازن فکر کے حامل مفکر اور مصلح کا کلام موجود ہے، جس کا ہر مکتبِ فکر (School of thought) کے علماء نہ صرف احترام کرتے ہیں، بلکہ انھیں اپنا پیشوا بھی تسلیم کرتے ہیں۔ یہ علماء اپنی تحاریر و تقاریر میں جا بجا اقبال کے فرمودات کے حوالے دیتے ہیں۔ ضرورت اس امر کا جائزہ لینے کی ہے کہ اقبال کی تربیت کن خطوط پر ہوئی، جنھوں نے اُن کو متوازن فکر و نظر کا حامل مفکر بنا دیا۔ یقیناً ہم چاہیں گے کہ ہماری نوجوان نسل اقبال جیسی فکر کی حامل ہو، اگر وہ اقبال نہیں بن سکتے تو کم از کم اقبال کے پیروکاروں میں ان کا نام ضرور آئے۔ اِس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی نژادِ نو کی تربیت انھی خطوط پر کریں، جن پر اقبال کی تربیت ہوئی تاکہ وہ فرقہ بندی اور ذات پات وغیرہ کے الجھاؤ سے بالاتر ہو جائیں۔ اسلام کی تعبیر اس کی روح کے مطابق کریں اور دورِ حاضر کے تقاضوں کا ادراک کریں۔ اُن کے اندر ایک طرف سائنسی ترقی کا شعور اجاگر ہو اور دوسری طرف اسلاف کے جذبۂ ایمانی کی حرارت سے اِن کے سینے منور ہو جائیں۔

اقبال کو زہد و تقویٰ ورثے میں ملا تھا، کیونکہ اقبال کے والدین متقی اور پرہیز گار تھے۔ اللہ رب العزت نے انھیں اُن کے تقوے کا اجر علامہ اقبال کی صورت میں دیا۔ اس کی بشارت اقبال کی پیدائش سے قبل ان کے والد کو حق تعالیٰ کی طرف سے خواب میں دی گئی۔ عبدالمجید سالک لکھتے ہیں:

"اقبال کی پیدائش سے کچھ روز قبل ان کے صوفی منش والد نے خواب میں دیکھا کہ کسی وسیع میدان میں بہت سے لوگ فضا میں چکر لگاتے ہوئے ایک سفید کبوتر کو ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر دیوانہ وار پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ کبوتر کبھی نیچے اترتا اور کبھی آسمان کی طرف اُڑ جاتا۔ بالآخر اس نے اچانک فضا میں غوطہ لگایا اور اقبال کے والد کی جھولی میں آن گرا۔ شیخ نور محمد اسے اشارہ غیبی سمجھے اور خواب کی تعبیر یہ کی کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا، جو خدمتِ اسلام میں نام پیدا کرے گا۔"[2]

اس خواب کے بعد شیخ نور محمد کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ نومولود کا نام "محمد اقبال" رکھا گیا۔ اس بچے نے جس ماں کی گود میں پرورش پائی، وہ خدا ترس اور زہد و تقویٰ کی حامل خاتون تھیں۔ سیّد فقیر وحید الدین اپنی کتاب روزگارِ فقیر جلد دوم میں لکھتی ہیں:

"اقبال کی والدہ امام بی بی لکھی پڑھی خاتون نہ تھیں۔ تاہم اعلیٰ کردار کی مالک تھیں۔ برادری اور محلے کی بیواؤں اور یتیموں کی اس طرح امداد کرتیں کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔ بعض بے سہارا بچیوں کو انھوں نے اپنے دامنِ

1۔ اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص ۲۱۴/۲۳۵۔

Iqbal, *Kulliyaat-e-Iqbal (Urdu)*, p.214/235

2۔ عبدالمجید سالک، ذکر اقبال، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۱۰

Abdul Majeed Salik, *Zikr-e-Iqbal*, Bazm-e-Iqbal Lahore, 1993AD, p.10

شفقت میں پناہ دی اور جوان ہونے پر شادی کر کے بیٹیوں کی طرح رُخصت کیا۔"[1]

امام بی بی نے اقبال کی پرورش رزقِ حلال سے کرنے پر خصوصی توجہ دی۔ راجہ حسن اختر نے ۲۱، اپریل ۱۹۵۲ء کو یومِ اقبال کے موقع پر لاہور میں منعقدہ ایک تقریب میں انکشاف کیا:

"اقبال کی والدہ صاحبہ نے ایک بکری خریدی، جسے وُہ روزانہ درختوں کے پتے کھلاتیں۔ انھوں نے اس بکری کا دودھ اپنے بچے کو پلانا شروع کیا۔ ایک روز اقبال کے والد کی توجہ اس طرف گئی تو انھوں نے بیوی سے پوچھا کہ وہ بچے کو اپنا دودھ کیوں نہیں پلاتیں۔ روشن ضمیر بیوی نے جواب دیا کہ آپ کی آمدنی کا ایک حصہ مشکوک ہے اور اس مشکوک آمدنی سے ہی میری پرورش ہوتی ہے۔ اس لیے میں اپنا دودھ بچے کو دینا پسند نہیں کرتی۔ یہ بات سن کر اقبال کے درویش صفت والد نے اپنی ملازمت سے علیحدگی اختیار کر لی اور تجارت کو اپنا ذریعۂ معاش بنا لیا۔"[2]

اقبال کے والد شیخ نور محمد زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے۔ تاہم وہ تصوف سے خاص شغف رکھتے تھے۔ آپ سلطان العارفین حضرت قاضی سلطان محمود، دربار اعوان شریف (ضلع گجرات) کے مرید تھے۔ اُن کا تعلق سلسلۂ قادریہ سے تھا۔[3] پیر جماعت علی شاہ علی پوری کا بیان ہے:

"اقبال نے رازداری کے طور پر مجھے کہا تھا کہ میں اپنے والدِ مرحوم سے بیعت ہوں۔"[4]

شواہد سے پتا چلتا ہے کہ اقبال کے والد نے تزکیۂ نفس کے لیے چلہ کشی بھی کی تھی۔ عطیہ فیضی اپنی انگریزی تصنیف "اقبال" میں لکھتی ہیں:

"اقبال کے والد نے کسی ولی کی رہنمائی میں کئی ماہ تنہائی میں گزارے تھے اور انھیں جو کچھ حاصل ہوا، بیٹے (اقبال) کو دیا۔"[5]

اقبال کے والد شیخ نور محمد صاحبِ کشف و کرامات تھے۔ خلیفہ عبدالحکیم، اقبال کی زبانی ان کے والد کے کشف و کرامت کا ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں نے والدہ کی زبانی سنا ہے کہ ایک آدھ مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ والد کی موجودگی میں بے چراغ کمرے کے اندر، تاریک رات میں عجیب و غریب قسم کا نور ظاہر ہوا اور ایسا معلوم ہُوا کہ سُورج نکل آیا ہے۔"[1]

---

1. وحید الدین، سید فقیر، روزگارِ فقیر، آتش فشاں پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۸ء، ۲/۲۴-۲۳

Waheed-ud-Din, Faqeer, Syed, *Rozgaar-e-Faqeer*, Aatish Fishan Publications Lahore, 1988AD, 23,24/2

2. مقالاتِ یومِ اقبال، مرکزی مجلس اقبال لاہور، ۱۹۵۵ء، ص ۶۔

Maqalaat-e-Youm-e-Iqbal, Markazi Majlis-e-Iqbal Lahore, 1955AD, p.6

3. عبدُاللہ قریشی، آئینہ اقبال (مرتبہ)، آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۶۷ء، ص ۲۴۵۔

Abdullah Qureshi, *Aai'nah-e-Iqbal (Compiled)*, Aai'nah-e-Adab Lahore, 1967AD, p.245

4. افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، عروجِ اقبال، بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۴۵۔

Iftikhar Ahmad Siddiqui, Dr., *Urooj-e-Iqbal*, Bazm-e-eIqbal Lahore, 1997AD, p.45

5. عطیہ فیضی، اقبال (مترجمہ) ضیاء الدین برنی، اقبال اکادمی، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۱۶

Attiyah Faizi, *Iqbal (Translated by Zia-ur-Rahman Barni)*, Iqbal Academy Lahore, 2009AD, p.16

اس ضمن میں اقبال کا اپنا مشاہدہ کچھ اس طرح سے ہے، اُن کا بیان ہے:

''جب میری عمر کوئی گیارہ برس تھی، ایک رات میں اپنے گھر میں کسی آہٹ کے باعث سوتے سے بیدار ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ میری والدہ کمرے کی سیڑھیوں سے نیچے اتر رہی ہیں۔ میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے دیکھا کہ والد کھلے صحن میں بیٹھے ہیں اور ایک نور کا حلقہ اُن کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔''[2]

اقبال کے والد بعض اوقات اشارۂ غیبی پاکر مخلوقِ خدا کی مدد بھی کیا کرتے تھے۔ اقبال کی زبانی بیان کردہ ایک واقعے کو عبدالمجید سالک اپنی کتاب ''ذکرِ اقبال'' میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک دن والد نے انھیں (اقبال کو) بتایا کہ کابل سے ایک قافلہ آیا ہے، جو شہر سے پچیس میل کے فاصلے پر مقیم ہے۔ اس قافلے میں ایک شخص بے حد بیمار ہے۔ مجھے ان لوگوں کی مدد کے لیے فوراً پہنچنا چاہیے۔ والد نے روانگی کے وقت مجھے بھی ساتھ لے لیا۔ والد مریض کے پاس پہنچے۔ راکھ سے مشابہ چیز اپنے پاس سے نکالی اور مریض کے گلے سڑے اعضاء پر مل دی۔ چوبیس گھنٹوں کے بعد مریض کو نمایاں افاقہ ہو گیا۔ انہوں نے والد کی خدمت میں اچھی خاصی رقم فیس کے طور پر پیش کی، جس کو والد نے قبول نہ کیا۔ چند روز بعد قافلہ سیالکوٹ وارد ہو گیا اور معلوم ہوا کہ وہ مایوس العلاج مریض شفایاب ہو چکا ہے۔''[3]

شیخ نور محمد نے اقبال کے بچپن میں اپنے بیٹے کی اخلاقی عادات و اطوار پر کڑی نظر رکھی۔ اقبال نے اپنے بچپن میں ایک فقیر کو اس کے ناروا رویے پر ڈنڈا دے مارا۔ ان کے والد محترم اس پر بے حد مغموم ہوئے اور اقبال سے کہا:

''بیٹا! اگر قیامت کے روز اُس نے نبی مکرمؐ سے میری شکایت کر دی تو میں کیا منہ دکھاؤں گا کہ میرے ذمے ایک بچے کی تربیت تھی اور وہ بھی میں احسن طریقہ سے نہ کر سکا۔''[4]

ان کے والد محترم نے ان کی فکری تربیت میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

''ایک روز میں صبح سویرے حسبِ معمول قرآنِ کریم کی تلاوت کر رہا تھا۔ والدِ ماجد مسجد سے واپس آئے اور میں نے تلاوت ختم کی تو اُنھوں نے مجھے بُلایا اور پاس بٹھا کر بڑی نرمی سے کہنے لگے: بیٹا! قرآنِ کریم وہی شخص سمجھ

1۔ :افتخار احمد صدیقی، عروجِ اقبال، ص ۱۳

Iftikhar Ahmad Siddiqui, *Urooj-e-Iqbal*, p.13

2۔ عبدالمجید سالک، ذکرِ اقبال، ص ۱۲

Abdul Majeed Saalik, *Zikr-e-Iqbal*, p.12

3۔ عبدالمجید سالک، ذکرِ اقبال، ص ۱۲۔۱۶

Abdul Majeed Saalik, *Zikr-e-Iqbal*, p.12-16

4۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رود، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۸۷۔۸۸

Javed Iqbal, Dr., *Zinda Rood*, Sang-e-Meel Publications Lahore, 2014AD, p.87,88

سکتا ہے، جس پر اس کا نزول ہو۔۔۔ کیوں نہ تم اس کی تلاوت ایسے کرو جیسے یہ تم پر نازل ہو رہا ہے۔ ایسا کرو گے تو یہ تمھاری رگ و پے میں سرایت کر جائے گا۔"[1]

اقبال کے والد شیخ نور محمد صاحبِ عرفان بزرگ تھے۔ اقبال نے اکبر الہ آبادی کے نام ایک خط (مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۱۸ء) میں اپنے والد کے سوز و گداز اور رقتِ قلب کے بارے میں لکھا:

"پرسوں شام کھانا کھا رہے تھے اور کسی عزیز کا ذکر کر رہے تھے جس کا حال ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ دورانِ گفتگو میں کہنے لگے: 'معلوم نہیں بندہ اپنے رب سے کب کا بچھڑا ہوا ہے؟ اس خیال سے اس قدر متاثر ہوئے کہ قریباً بے ہوش ہو گئے اور رات دس گیارہ بجے تک یہی کیفیت رہی۔"[2]

اقبال کے والد ایک گونہ مستقبل کا بھی ادراک رکھتے تھے۔ اقبال، اکبر الہ آبادی کے نام ایک خط (۱۴ ستمبر ۱۹۱۸ء) میں لکھتے ہیں:

"مجھے بھی کلکتہ سے بلاوا آیا تھا اور میں جانے کو قریباً تیار بھی تھا، مگر جب مطبوعہ خط کا مضمون والدِ مکرم کو سنایا تو انھوں نے فرمایا کہ حکام غالباً یہ جلسہ بند کر دیں گے۔ بعد میں ایسا ہی ہوا۔"[3]

اقبال نے اپنے والدین کے افکار و کردار کا شعوری اور غیر شعوری طور پر گہرا اثر قبول کیا۔ یہ تمام نقوش ان کے قلب و ذہن میں سما گئے اور ان کے افکار و کردار کا حصہ بن گئے۔ بعد ازاں نثر و نظم کے قالب میں ڈھل کر امتِ مسلمہ کے لیے چراغ کا روپ دھار گئے۔

گھر کے آنگن سے اقبال درس گاہ کے گلشن میں داخل ہوئے تو اُن کو تعلیم کے ابتدائی مراحل میں مولوی میر حسن جیسا کردار ساز استاد ملا، جس نے انھیں مشرقی ادبیات کے صحیح ذوق اور اسلامی علوم و حکمت سے آشنا کیا۔

سیّد میر حسن نہ صرف علومِ اسلامی سے آگاہ تھے، بلکہ علومِ جدیدہ، ادبیات، لسانیات اور ریاضیات کے بھی ماہر تھے۔ حافظِ قرآن تھے۔ راسخ العقیدہ اور عبادت گزار تھے۔ ان کے زہد و تقویٰ کے بارے میں پرنسپل سکاٹ لکھتے ہیں:

"مولوی صاحب کو کسی گواہی کے سلسلے میں مقامی عدالت میں طلب کیا گیا اور وہ کالج کے وقت میں رُخصت لے کر عدالت میں حاضر ہوئے۔ جب واپس آئے تو سیدھے پرنسپل گیرٹ کے دفتر میں گئے اور کچھ رقم ان کے سامنے میز پر یہ کہتے ہوئے رکھ دی کہ یہ کالج کا مال ہے، کیونکہ کالج کے وقت میں اِنھیں یہ رقم گواہی دینے کے صلے میں ملی تھی۔ اِس واقعہ سے مولانا کی اعلیٰ اَخلاقی اقدار اور ان کے خِیالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔"[4]

1۔ نذیر نیازی، اقبال کے حضور: نشستیں اور گفتگوئیں، اقبال اکادمی، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۶۰۔۶۱

Nazir Niazi, *Iqbal K Huzoor: Nashisten aur Guftaguen*, Iqbal Academy Lahore, 2012AD, p.60,61

2۔ اقبال، سر محمد، (مرتب) شیخ عطاءاللہ، اقبال نامہ (حصّہ دوم)، اقبال اکادمی، لاہور، ص ۶۷

Iqbal, Muhammad, Sir, *Iqbal Naamah (Part-2)* (Compiled by Sheikh Ataullah), Iqbal Academy Lahore, p.67

3۔ اقبال، (مرتب) شیخ عطاءاللہ، اقبال نامہ (حصّہ دوم) ص ۱۶۷

Iqbal, Muhammad, Sir, *Iqbal Naamah (Part-2)*, p.167

4۔ مرے کالج میگزین (جوبلی نمبر)، سیالکوٹ، جنوری ۱۹۳۹ء، ص ۲۳۔۲۴

پیشہ مُعلمی کا عالم اِس سے بھی چند قدم آگے تھا۔اسکول کے بعد ان کے گھر میں بھی تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔یہاں تک کہ اگر بازار میں بھی سودا سلف لینے جاتے تو بھی شاگردان کے پیچھے پیچھے چلتے جاتے اور درس وتدریس کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پاتا۔[1]

رسمی تعلیم کے آخری دور میں اقبال کو پروفیسر تھامس آرنلڈ(Prof. Thomas Arnold)جیسا علم دوست یورپین استاد میسر آیا۔شبلی نعمانی، تھامس آرنلڈ کی علم دوستی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اوائل مئی ۱۸۹۲ء میں جب وہ(شبلی)آرنلڈ کے ساتھ بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے تو راستے میں جہاز کے اِنجن میں کچھ ایسی خرابی پیدا ہُوئی کہ اس کی رفتار بہت دھیمی ہو گئی۔شبلی عجب اضطراب و پریشانی کے عالم میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ یکایک ان کی نظر آرنلڈ پر پڑی، جو اطمینان سے بیٹھے ہوئے ایک کتاب کے مطالعے میں محو تھے۔شبلی نے انھیں اِس خطرناک صورتِ حال سے خبر دار کیا۔آرنلڈ نے اسی سکون و اِطمینان سے جواب دیا کہ اگر بالفرض ہماری زندگی اور اس جہاز کی سلامتی خطرے میں ہے، تب بھی یہی بہتر ہے کہ ہم زندگی کے آخری لمحات حصولِ علم میں گزار دیں۔''[2]

اقبال کا پروفیسر تھامس آرنلڈ سے تعلق گورنمنٹ کالج لاہور میں ایم۔اے فلسفہ کی جماعت میں ہوا۔یہ تعلق اقبال کے قیامِ یورپ میں بھی قائم رہا۔آرنلڈ پاکیزہ سیرت و شخصیت کے مالک تھے۔لاہور آنے کے بعد ان کی شخصیت میں فقر و درویشی کی شان نمایاں ہو گئی تھی۔وُہ گورنمنٹ کالج کے حلقہ اُحباب میں ''صوفی''(The Saint)کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔

پروفیسر تھامس آرنلڈ جب لندن کے لیے روانہ ہوئے تو ان کی جدائی میں اقبال نے نظم ''نالۂ فراق'' تخلیق کی۔انھوں نے کم و بیش دس سال تک اقبال کے اندر تحقیق و تنقید کا ذوق پیدا کیا۔مغربی ادب اور فلسفہ کے مطالعے میں ان کی رہنمائی کی۔یوں ان کی شخصیت، مشرقیت اور مغربیت کے امتزاج کا حسین گلدستہ بن گئی۔اقبال نے ۱۹۰۸ء میں لندن سے جب اپنا تحقیقی مقالہ فلسفۂ عجم (The Development of Metaphysics)شائع کرایا تو اسے پروفیسر آرنلڈ کے نام منسوب کیا۔[3]

اقبال کے قیامِ یورپ کے دور میں میک ٹیگرٹ کیمرج میں کانٹ اور ہیگل کے فلسفے پر لیکچر دیتے تھے۔اُن کا تعلق ٹرینٹی کالج سے تھا۔یہ صوفی منش بزرگ تھے۔اقبال نہ صرف ان کے لیکچر باقاعدگی سے سنتے تھے، بلکہ تصوف کے مسائل پر بھی ان سے طویل بحث و مباحثہ بھی کرتے تھے۔[4]

Murray College Magazine, (Joubly Number), Sialkot, January 1939AD, p.23,24

1. آفتاب اقبال، علامہ سر اقبال کے استاد، نیرنگ خیال(اقبال نمبر ۱۹۳۲ء)، ص ۶۵

Aftab Iqbal, *Allama Sir Iqbal k Ustaad*, Nairan-e-Khyal, (Iqbal Number 1932AD) p.65

2. علامہ شبلی نعمانی، سفر نامہ مصر و روم و شام، لاہور، ۱۹۶۱ء، ص ۳۱-۳۲

Allama Shibli Noumani, *Safar Namah Misr, Rome, Shaam*, Lahore 1961AD, p.31,32

3. افتخار احمد صدیقی، عروجِ اقبال، ص ۴۰

Iftikhar Ahmad Siddiqui, *Urooj-e-Iqbal*, p.40

4. جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رود، ص ۱۴۱ Javed Iqbal, Dr., *Zindah Rood*, p.141

اقبال، مولانا روم سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے اور انھیں اپنا روحانی مرشد مانتے تھے۔ ان کے کلام کو "بحرفِ پہلوی قرآن نوشت" کہا۔ مولانا سے انھیں جو فیض حاصل ہوا، اس کے بارے میں انھوں نے "پیامِ مشرق" میں لکھا:

پیر رومی مرشدِ روشن ضمیر کاروانِ عشق و مستی را امیر
سرِ مرگ و زندگی برما کشاد۔[1]

دانشوروں میں اقبال کے نزدیک اکبر الٰہ آبادی کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ ان کے افکار کو وہ بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں، لکھتے ہیں:

"اِسلامی اَدیبوں میں تو شاید آج تک اَیسی نکتہ رَس ہستی پیدا نہیں ہوئی اور مجھے یقین ہے کہ تمام ایشیاء میں کسی قوم کے ادبیات کو اکبر نصیب نہیں ہُوا۔"[2]

ان کے علاوہ اقبال نے جن اہلِ علم و دانش کی خوشہ چینی کی، ان کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

"میں اِعتراف کرتا ہوں کہ میں نے ہیگل، گوئٹے، مرزا غالبؔ، عبدالقادر بیدلؔ اور ورڈزورتھ سے بہت کچھ اِستفادہ کیا ہے۔ ہیگل اور گوئٹے نے اشیاء کی باطنی حقیقت تک پہنچنے میں میری رہنمائی کی۔ بیدل اور غالب نے یہ سکھایا کہ مغربی شاعری کی اقدار اپنے اندر سمو لینے کے باوجود اپنے جذبے اور اظہار میں مشرقیت کی رُوح کیسے زِندہ رکھوں اور ورڈزورتھ نے طالب علمی کے زمانے میں مجھے دہریت سے بچایا۔"[3]

اقبال خود بھی صوفی تھے۔ اس کے بہت سے شواہد ان کی سوانحی کتب میں ملتے ہیں۔ شیخ اعجاز احمد کا بیان ہے کہ:

"۱۹۱۰ء میں انار کلی والے مکان میں وہ رات گئے اشعار قلم بند کرنے کی غرض سے نچلی منزل میں واقع اپنے دفتر میں گئے۔ جب واپس اوپر جانے لگے تو کمرے میں ایک دراز قد، سفید ریش، متبرک صورت بزرگ جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے، دکھائی دیے۔ بزرگ نے انھیں ارشاد کیا کہ پانچ سو آدمی تیار کرو اور اتنا کہنے کے بعد غائب ہو گئے۔ اس واقعہ کا ذکر انھوں نے اپنے والد سے کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تمھیں ہدایت ہوئی ہے کہ مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے پانچ سو اشعار کی کتاب لکھو۔"[4]

اقبال کو صوفیاء سے گہری عقیدت تھی، جب وہ انگلستان رَوانہ ہوئے تو پہلے دہلی میں حَضرت نظامُ الدینؒ اولیاء کے مزار پر حاضری دِی۔

---

[1]۔ اقبال، پیام مشرق، ص ۱۹۰

Iqbal, *Pyam-e-Mashriq*, p.190

[2]۔ اقبال، سر محمد، انوارِ اقبال (مرتب) بشیر احمد ڈار، اِقبال اکادمی لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۱۹

Iqbal, Muhammad, Sir, *Anwaar-r-Iqbal*, (Compiled by Bashir Ahmad Dar), Iqbal Academy Lahore, 1977AD, p19

[3]۔ اقبال نامہ، ۲/۳۴-۳۵

Iqbal, Muhammad, Sir, *Iqbal Naamah (Part-2)* (Compiled by Sheikh Ataullah), p.34,35/2

[4]۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رود، ص ۳۲۸

Javed Iqbal, Dr., *Zindah Rood*, p.328

علاوہ ازیں ''التجائے مسافر'' کے عنوان سے ایک نظم پڑھی جو ''بانگِ درا'' میں درج ہے، جس کا ابتدائی شعر ہے:

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب ہے تیری ، فیضِ عام ہے تیرا۔[1]

اقبال بزرگانِ دین کے بے حد عقیدت مند تھے وہ اِن بزرگوں سے ظاہری اور باطنی علوم میں استمداد حاصل کرنا باعثِ سعادت سمجھتے تھے۔ میاں شیر محمد شرقپوریؒ کا شمار بھی ایسے ہی خدا رسیدہ بزرگوں میں ہوتا تھا۔ اقبال شوقِ ملاقات میں ان کے ہاں گئے اور ان سے دعا کے لیے خواستگار ہوئے۔ میاں صاحب نے فرمایا: 'تم داڑھی منڈواتے ہو۔ میں تمھارے لیے دعا نہیں کر سکتا'۔ اس پر اقبال نے واپسی کی راہ لی۔ بعد میں مصاحبین میں سے کسی نے میاں صاحب کو بتایا کہ جس شخص کو آپ نے واپس کیا ہے وہ تو اقبال تھا۔ یہ سننا تھا کہ میاں صاحب پا برہنہ اقبال کے پیچھے گئے اور تانگے کے اڈے پر اقبال کو جالیا۔ ان سے معذرت کی اور کہا کہ میں داڑھی کے معاملے میں عام لوگوں سے سختی کے ساتھ پیش آتا ہوں، لیکن آپ جیسا شخص جس نے لاکھوں، کروڑوں مسلمانوں کے قلوب میں ایمان اور عمل کے چراغ روشن کیے ہوں، داڑھی کے معاملے میں سختی کرنا مناسب نہیں۔ اس کے بعد میاں صاحب نے اقبال کے لیے دعا کی۔[2]

صوفیہ کا کلام بھی اقبال کے لیے روحانی تسکین کا باعث تھا۔ وہ بعض اوقات اپنے خادم دیوان علی سے ہارمونیم پر خواجہ غلام فریدؒ، سلطان باہوؒ، بلھے شاہؒ اور دیگر شعرا کا کلام سنا کرتے تھے۔[3] متقی والدین، مخلص اساتذہ اور بزرگانِ دین سے قلبی اور روحانی تعلق نے اقبال کو با اقبال بنا دیا۔ والدہ نے ان کے لیے حلال خوراک کا اہتمام کیے رکھا۔ والد نے اقبال کی فکری طہارت پر توجہ مرکوز رکھی۔ اس پر اکبر الٰہ آبادی نے یوں تبصرہ کیا:

حضرتِ اقبال میں جو خوبیاں پیدا ہوئیں
قوم کی نظریں جو ان کے طرز کی شیدا ہوئیں
یہ حق آگاہی ، یہ خوش گوئی ، یہ ذوقِ معرفت
یہ طریقِ دوستی، خود داریٔ باتمکنت
اس کے شاہد ہیں کہ ان کے والدین اَبرار تھے
باخدا تھے ، اہلِ دل تھے ، صاحبِ اسرار تھے۔[4]

1۔ عبدالمجید سالک، ذکرِ اقبال، ص ۴۳

Abdul Majeed Salik, *Zikr-e-Iqbal*, p.43

2۔ ایضاً ، ص ۱۳۰۔۱۳۱

ibid, p.130,131

3۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رود، ص ۶۷۲

Javed Iqbal, Dr., *Zindah Rood*, p.672

4۔ اکبر الٰہ آبادی، کلیاتِ اکبر الٰہ آبادی (مرتبہ)، محمد اکرام چغتائی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۲۰

اقبال نے اِسکول کی تعلیم کے لیے مولوی میر حسن کو چشم براہ پایا۔ کالج میں گئے تو تھامس آرنلڈ چشم کشا تھے۔ اقبال نے مشرقی ماحول میں جنم لیا؛ پرورش پائی اور جوان ہوئے۔ جب وہ جسمانی بلوغت کے ساتھ ساتھ فکری بلوغت کی حدود کو چھو رہے تھے تو اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ تشریف لے گئے۔ وہاں اس نوجوان محقق نے یورپی معاشرے کو تحقیقی نظروں سے دیکھا۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی طلسم انھیں اپنا شکار نہ بنا سکا، بلکہ انھوں نے اس تہذیب کے طلسم کی حقیقت کا پردہ فاش کر دیا۔ انھوں نے فرمایا:

؎ تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ، نا پائیدار ہو گا[1]

آج جب ہم اپنی معاشرت پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ہمارا خاندانی نظام تیزی سے دم توڑ رہا ہے۔ چور بازاری اور رشوت ستانی عام ہے۔ ہر کوئی مال بنانے میں لگا ہے۔ معاشرے کا کمزور طبقہ پس رہا ہے۔ اخلاقیات کا جنازہ نکل گیا ہے۔ حالی کی ''مدّو جزرِ اسلام'' اور اقبال کا ''شکوہ اور جوابِ شکوہ'' بھی ہمارے کچھ کام نہ آیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم مادیت پرست ہو گئے ہیں۔ فرمانِ اقبال ہے:

؎ فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف۔[2]

مذکورہ بالا صورتِ حال کی بڑی وجہ ہماری نژادِ نو کی متوازن تربیت کا نہ ہونا ہے، جو کہ ایک قومی جرم ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اسلاف کے روشن دور کا احیا کریں تو اپنی نئی نسل کی تربیت میں ہمیں والدین، اساتذہ اور احباب کے معاملات کا از سرِ نو جائزہ لینا ہوگا۔ والدین کو آگاہ کرنا ہوگا کہ اقبال کے والدین کی طرح بچپن ہی سے بچے کی شخصیت و کردار میں سدھار لانے پر توجہ دیں۔ انھیں ایک خاص نہج پر ڈھالیں۔ ذہنی اعتبار سے بنیادی سافٹ ویئر (خیالات و عادات) بچہ اپنے گھر سے لیتا ہے۔ پختہ عمر میں انسان کے خیالات کو بدلنا بڑا ہی دشوار ہوتا ہے۔ اس ضمن میں حکومت کو چاہیے کہ علماء کو خصوصی ہدایات جاری کریں کہ وہ اپنے جمعہ کے خطبوں میں تربیتِ اولاد کے سلسلہ میں والدین کی ذمہ داریوں کو خصوصیت سے موضوعِ بحث بنائیں۔ الیکٹرانک میڈیا کے مالکان کو ہدایت کی جائے کہ وہ بچے کی اپنے چینلز کے ذریعے تربیت پر خصوصی پروگرامز قومی مہم کے طور پر جاری رکھیں۔ اسلامی تبلیغی جماعتوں کے اکابر سے گزارش کی جائے کہ بچوں کی تربیت کے حوالے سے خصوصی لیکچرز کا اہتمام کریں۔

Akbar Alahabadi, *Kulliyaat-e-Akbar Alahabadi*, (Compiled by: Muhammad Akram Chughtaai), Sang-e-Meel Publications Lahore, 2008AD, p.20

1۔ اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص ۱۵۱/۱۶۷

Iqbal, *Kulliyaat-e-Iqbal (Urdu)* , p.151/167

2۔ ایضاً ، ص ۹۹/۵۹۹

ibid, 99/599

خلاصہ:

اقبال کی شخصیت کو نکھارنے اور پروان چڑھانے میں ان کے اساتذہ کا کردار بہت کلیدی ہے۔ ہمارے ہاں اساتذہ کے انتخاب کے وقت بالعموم تعلیمی استعداد کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے، سیرت و کردار کو نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اساتذہ کے زہد و تقویٰ اور فکری میلانات کو بھی مدِ نظر رکھا جائے۔ نپولین بوناپارٹ نے کہا تھا کہ تم مجھے لکھی پڑھی مائیں دو، میں تمھیں لکھی پڑھی قوم دوں گا۔ میری رائے میں تم مجھے تعلیم یافتہ، اعلیٰ اخلاق و کردار کے حامل اساتذہ دو، میں تمھیں تعلیم یافتہ، بااخلاق اور باکردار قوم دوں گا۔

اقبال کے دل میں بزرگانِ دین سے عقیدت و محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ہمارے والدین اور اساتذہ کو چاہیے کہ بچوں کے دلوں میں بزرگانِ دین کیلیے قلبی لگاؤ پیدا کریں۔ بزرگانِ دین اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات پر سچے دل سے عمل کرنے والے، اخلاقِ حسنہ کے مالک اور روحانیت کے امین ہوتے ہیں۔ قرآن پاک میں ایسے لوگوں سے رابطہ استوار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَO[1]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

دورِ حاضر میں سب سے بڑا فساد مادیت پرستی کا ہے۔ اس کا حل صرف بزرگانِ دین کے پاس تزکیہ نفس میں ہے۔ بزرگانِ دین سے قلبی تعلق، دل سے دولت کی بے جا محبت یا بے جا حرص و ہوس کو ختم یا کمزور کر دیتا ہے۔

آزادی کے بعد سے آج تک ہم نے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد تو ایک تعداد میں پیدا کر لیے، لیکن بااخلاق اور باکردار نوجوان تیار کرنے میں ناکام رہے، جن کے بارے میں اقبال نے کہا ہے کہ:

؎ وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری۔[2]

ہمارا نصابِ تعلیم ناقص ہے۔ نصاب میں تمام تر اہمیت مادی ترقی کو دی گئی ہے۔ جس کے باعث معاشرے میں مادی حرص و ہوس میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ میری رائے میں ہمیں اپنے نصابِ تعلیم کا از سرِ نو جائزہ لینا چاہیے۔ درج ذیل نکات کو ترجیحی بنیادوں پر شاملِ نصاب کرنا چاہیے۔

۱۔ اقبالیاتی ادب کو شاملِ نصاب کیا جائے۔

۲۔ جس شد و مد سے سائنسی تعلیم پر زور دیا جا رہا ہے، اسی قدر زور اخلاقی تعلیم پر دیا جائے۔

1۔ التوبہ، ۸:۱۱۹۔

Al-Toubah, 8:119

2۔ اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص ۱۱۰

Iqbal, *Kulliyaat-e-Iqbal (Urdu)*, p.110

۳۔ نصاب تعلیم میں ان صاحبانِ علم و دانش کے افکار کو نصاب میں شامل کیا جائے، جن سے اقبال نے استفادہ کیا تھا، تاکہ ہماری آنے والی نسلیں اس فکر کو اپنائیں، جو اقبال کی فکر تھی اور ان خطوط پر سوچیں، جن پر اقبال سوچتا تھا۔

مجھے امید ہے کہ اگر ہم تربیتِ اقبال سے اخذ کردہ مذکورہ بالا تجاویز پر اپنے بچوں کی تربیت کریں گے تو وہ وقت دور نہ ہو گا، جب اقبال کی وہ آرزو ہمیں پوری ہوتی ہوئی دکھائی دے گی، جس میں آپ نے فرمایا تھا:

ے جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا! آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کر دے۔[1]

[1]۔ اقبال، کلیاتِ اقبال، ص۴۱۱/۷۸

Iqbal, *Kulliyaat-e-Iqbal (Urdu)*, p.411/78